۶۔ آم

سعادت حسن منٹو

پہلی بات : مہمان اکثر تحفے لاتے ہیں۔ شادی بیاہ، سالگرہ وغیرہ کی تقریبات میں شریک ہونے والے بھی اپنے ساتھ تحفے لے کر جاتے ہیں۔ کسی کے امتحان میں کامیاب ہونے، ملازمت میں ترقی حاصل کرنے یا نئے گھر میں داخل ہونے پر بھی تحفے پیش کرنے کا رواج ہے۔ تحفے تحائف کے لین دین سے آپسی تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔ ذیل کے افسانے میں اسی رواج کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

جان پہچان : سعادت حسن منٹو ۱۱ر مئی ۱۹۱۲ء کو موضع سمرالہ، ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی۔ ۱۹۳۱ء میں انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اُن کے معاشی حالات انتہائی خراب تھے اس وجہ سے وہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ وہ اُردو کے ممتاز افسانہ نگار تھے۔ انھوں نے انسانی نفسیات کو اپنا موضوع بنایا تھا۔ 'سیاہ حاشیے، اوپر نیچے اور درمیان، خالی بوتلیں خالی ڈبّے، گنجے فرشتے' وغیرہ ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان کے بہت سے ریڈیو ڈرامے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۸ر جنوری ۱۹۵۵ء کو ان کا انتقال ہوا۔

خزانے کے تمام کلرک جانتے تھے کہ منشی کریم بخش کی رسائی بڑے صاحب تک بھی ہے۔ چنانچہ وہ سب اس کی عزّت کرتے تھے۔ ہر مہینے پنشن کے کاغذ بھرنے اور روپیا لینے کے لیے جب وہ خزانے میں آتا تو اس کا کام اسی وجہ سے جلد جلد کر دیا جاتا تھا۔ پچاس روپے اس کو اپنی تیس سالہ خدمات کے عوض ہر مہینے سرکار کی طرف سے ملتے تھے۔ ہر مہینے دس دس کے پانچ نوٹ وہ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پکڑتا اور اپنے پرانی وضع کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیتا۔ چشمے میں سے خزانچی کی طرف تشکّر بھری نظروں سے دیکھتا اور یہ کہہ کر، "اگر زندگی ہوئی تو اگلے مہینے پھر سلام کرنے کے لیے حاضر ہوں گا۔" بڑے صاحب کے کمرے کی طرف چلا جاتا۔

آٹھ برس سے اس کا یہی دستور تھا۔ خزانے کے قریب قریب ہر کلرک کو معلوم تھا کہ منشی کریم بخش جو مطالبات خفیہ کچہری میں کبھی محافظِ دفتر ہوا کرتا تھا، بے حد وضع دار، شریف الطّبع اور حلیم آدمی ہے۔ منشی کریم بخش واقعی ان صفات کا مالک تھا۔ کچہری میں اپنی طویل ملازمت کے دوران افسرانِ بالا نے ہمیشہ اس کی تعریف کی ہے۔ بعض مُنصِفوں کو منشی کریم بخش سے محبت ہوگئی تھی۔ اس کے خلوص کا ہر شخص قائل تھا۔

اس وقت منشی کریم بخش کی عمر پینسٹھ سے کچھ اوپر تھی۔ بڑھاپے میں آدمی عموماً کم گو اور حلیم ہو جاتا ہے مگر وہ جوانی میں بھی ایسی ہی طبیعت کا مالک تھا۔ دوسروں کی خدمت کرنے کا شوق اس عمر میں بھی ویسے کا ویسا ہی قائم تھا۔

خزانے کا بڑا افسر منشی کریم بخش کے ایک مربی اور مہربان جج کا لڑکا تھا۔ جج صاحب کی وفات پر اسے بہت صدمہ ہوا تھا۔ اب وہ ہر مہینے ان کے لڑکے کو سلام کرنے کی غرض سے ضرور ملتا تھا۔ اس سے اسے بہت تسکین ہوتی تھی۔ منشی کریم بخش انھیں چھوٹے جج صاحب کہا کرتا تھا۔

پنشن کے پچاس روپے جیب میں ڈال کر وہ برآمدہ طے کرتا اور چق لگے کمرے کے پاس جاکر اپنی آمد کی اطلاع کراتا۔

چھوٹے جج صاحب اس کو زیادہ دیر تک باہر کھڑا نہ رکھتے، فوراً ہی اندر بلا لیتے اور سب کام چھوڑ کر اس سے باتیں شروع کر دیتے۔

رسمی گفتگو کے بعد منشی کریم بخش جج صاحب کی مہربانیوں کا ذکر چھیڑ دیتا۔ ان کے بلند کردار کی وضاحت بڑے فدویانہ انداز میں کرتا اور بار بار کہتا، ”اللہ بخشے مرحوم فرشتہ خصلت انسان تھے۔ خدا ان کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے۔“

منشی کریم بخش کے لہجے میں خوشامد وغیرہ کی ذرّہ بھر ملاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ وہ جو کچھ کہتا تھا، محسوس کر کے کہتا تھا۔ اس کے متعلّق جج صاحب کے لڑکے کو جو اَب خزانے کے بڑے افسر تھے، اچھی طرح معلوم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو عزّت کے ساتھ اپنے پاس بٹھاتے تھے اور دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہتے تھے۔

ہر مہینے دوسری باتوں کے علاوہ منشی کریم بخش کے آم کے باغوں کا ذکر بھی آتا تھا۔ موسم آنے پر جج صاحب کے لڑکے کی کوٹھی پر آموں کا ایک ٹوکرا پہنچ جاتا تھا۔ منشی کریم بخش کو خوش کرنے کے لیے وہ ہر مہینے اس کو یاد دہانی کرا دیتے تھے۔ ”منشی صاحب، دیکھیے اس موسم پر آموں کا ٹوکرا بھیجنا نہ بھولیے گا۔ پچھلی بار آپ نے جو آم بھیجے تھے، ان میں سے تو صرف دو میرے حصّے میں آئے تھے۔“ کبھی یہ تین ہو جاتے تھے، کبھی چار اور کبھی صرف ایک ہی رہ جاتا تھا۔

منشی کریم بخش یہ سن کر بہت خوش ہو جاتا تھا۔ ”حضور، ایسا کبھی ہو سکتا ہے؟ جوں ہی فصل تیار ہوئی میں فوراً ہی آپ کی خدمت میں ٹوکرا لے کر حاضر ہو جاؤں گا... دو کہیے، دو حاضر کر دوں گا۔ یہ باغ کس کے ہیں؟ ...آپ ہی کے تو ہیں۔“

کبھی کبھی چھوٹے جج صاحب پوچھ لیا کرتے تھے، ”منشی جی، آپ کے باغ کہاں ہیں؟“

”دینا نگر میں حضور ...زیادہ نہیں ہیں، صرف دو ہیں۔ ان میں سے ایک تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو دے رکھا ہے جو دونوں کا انتظام وغیرہ کرتا ہے۔“

مئی کی پنشن لینے کے لیے منشی کریم بخش جون کی دوسری تاریخ کو خزانے گیا۔ دس دس کے پانچ نوٹ کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر اس نے چھوٹے جج صاحب کے کمرے کا رُخ کیا۔ حسبِ معمول ان دونوں میں وہی رسمی باتیں ہوئیں۔ آخر میں آموں کا ذکر بھی آیا جس پر منشی کریم بخش نے کہا، ”دینا نگر سے چٹّھی آئی ہے کہ ابھی آموں کے منہ پر چیپ نہیں آیا۔ جوں ہی چیپ آگیا اور فصل پک کر تیار ہوگئی، میں فوراً پہلا ٹوکرا لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ ... چھوٹے جج صاحب! اس دفعہ ایسے تحفہ

آم ہوں گے کہ آپ کی طبیعت خوش ہوجائے گی۔ ملائی اور شہد کے گھونٹ نہ ہوئے تو میرا ذمہ ... میں نے لکھ دیا ہے کہ چھوٹے جج صاحب کے لیے ایک ٹوکرا خاص طور پر بھروا دیا جائے اور سواری گاڑی سے بھیجا جائے تاکہ جلدی اور احتیاط سے پہنچے۔ دس پندرہ روز آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔"

چھوٹے جج صاحب نے شکریہ ادا کیا۔منشی کریم بخش نے اپنی چھتری اُٹھائی اور خوش خوش گھر واپس آ گیا۔

گھر میں اس کی بیوی اور بڑی لڑکی تھی۔ بیاہ کے دوسرے سال لڑکی کا خاوند مرگیا تھا۔منشی کریم بخش کی اور کوئی اولاد نہیں تھی مگر اس مختصر سے کنبے کے باوجود پچاس روپوں میں اس کا گزر بہت ہی مشکل سے ہوتا تھا۔اسی تنگی کے باعث اس کی بیوی کے تمام زیور اِن آٹھ برسوں میں آہستہ آہستہ بک گئے تھے۔

منشی کریم بخش فضول خرچ نہیں تھا۔اس کی بیوی اور وہ بڑے کفایت شعار تھے مگر اس کفایت شعاری کے باوجود تنخواہ میں سے ایک پیسا بھی ان کے پاس نہ بچتا تھا۔اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ منشی کریم بخش چند آدمیوں کی خدمت کرنے میں بے حد مسرّت محسوس کرتا تھا۔ان چند خاص الخاص آدمیوں کی خدمت گزاری میں جن سے اسے دلی عقیدت تھی، ایک تو جج صاحب کے لڑکے تھے، دوسرے ایک اور ڈپٹی صاحب تھے جو ریٹائر ہوکر اپنی زندگی کا بقایا حصّہ ایک بہت بڑی کوٹھی میں گزار رہے تھے۔ان سے منشی کریم بخش کی ملاقات ہر روز صبح سویرے کمپنی باغ میں ہوتی تھی۔اس افسر کو بھی منشی کریم بخش ہر سال موسم پر ایک ٹوکرا بھیجتا تھا۔

آم دینے کے بعد جب وہ کوٹھی سے نکلتا تو اس کے چہرے پر تمتماہٹ ہوتی تھی، ایک عجیب قسم کی روحانی تسکین اسے محسوس ہوتی تھی جو کئی دنوں تک اس کو مسرور رکھتی تھی۔ وہ کمزور ضرور تھا۔پینسٹھ برس کی عمر میں کون کمزور نہیں ہوجاتا مگر اس کمزوری کے باوجود اس میں کئی کئی میل پیدل چلنے کی ہمت تھی۔ خاص طور پر جب آموں کا موسم آتا تو وہ ڈپٹی صاحب اور چھوٹے جج صاحب کو آموں کے ٹوکرے بھیجنے کے لیے اتنی دوڑ دھوپ کرتا تھا کہ بیس پچیس برس کے جوان آدمی بھی کیا کریں گے۔ بڑے اہتمام سے ٹوکرے کھولے جاتے تھے۔ان کا گھاس پھوس الگ کیا جاتا تھا۔داغی یا گلے سڑے دانے الگ کیے جاتے تھے اور صاف سُتھرے آم نئے ٹوکروں میں گن کر ڈالے جاتے تھے۔منشی کریم بخش ایک بار پھر اپنا اطمینان کرنے کی خاطر ان کو گن لیتا تھا تاکہ بعد میں شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے۔

آم نکالتے اور ٹوکروں میں ڈالتے وقت منشی کریم بخش کی بیٹی اور اس کی بیوی کے منہ میں پانی بھر آتا مگر وہ دونوں خاموش رہتیں۔ بڑے بڑے رس بھرے خوبصورت آموں کا ڈھیر دیکھ کر جب ان میں سے کوئی یہ کہے بغیر نہ رہ سکتی، "کیا ہرج ہے اگر اس ٹوکرے میں سے دو آم نکال لیے جائیں۔" تو منشی کریم بخش سے یہ جواب ملتا، "اور آجائیں گے، اتنا بے تاب ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

یہ سن کر وہ دونوں چپ ہوجاتیں اور اپنا کام کرتی رہتیں۔

جب منشی کریم بخش کے گھر میں آموں کے ٹوکرے آتے تھے تو گلی کے سارے آدمیوں کو اس کی خبر لگ جاتی تھی۔عبداللہ نیچہ بند کا لڑکا جو کبوتر پالنے کا شوقین تھا، دوسرے روز ہی آ دھمکتا تھا اور منشی کریم بخش کی بیوی سے کہتا تھا، "خالہ، میں گھاس لینے کے لیے آیا ہوں۔کل خالو آموں کے دو ٹوکرے لائے تھے۔ان میں سے جتنی گھاس نکلی ہو، مجھے دے دیجیے۔"

ہمسائی نوراں جس نے کئی مرغیاں پال رکھی تھیں، اسی روز شام کو ملنے آ جاتی تھی اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد کہا کرتی تھی،
"پچھلے برس جو تم نے مجھے ایک ٹوکرا دیا تھا، بالکل ٹوٹ گیا ہے۔ اب کے بھی ایک ٹوکرا دے دو تو بڑی مہربانی ہوگی۔"

حسبِ معمول اس دفعہ بھی آموں کے دونوں ٹوکرے اور ان کی گھاس یوں چلی گئی۔ گلے سڑے دانے الگ کیے گئے۔ جو اچھے تھے ان کو منشی کریم بخش نے اپنی نگرانی میں گنوا کر نئے ٹوکروں میں رکھوایا۔ بارہ بجے سے پہلے یہ کام ختم ہوگیا۔ چنانچہ دونوں ٹوکرے غسل خانے میں ٹھنڈی جگہ رکھ دیے گئے تاکہ آم خراب نہ ہو جائیں۔

ادھر سے مطمئن ہو کر دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد منشی کریم بخش کمرے میں چارپائی پر لیٹ گیا۔

جون کے آخری دن تھے۔ اس قدر گرمی تھی کہ دیواریں توے کی طرح تپ رہی تھیں۔ وہ گرمیوں میں عام طور پر غسل خانے کے اندر ٹھنڈے فرش پر چٹائی بچھا کر لیٹا کرتا تھا۔ یہاں موری کے رستے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی آ جاتی تھی لیکن اب کے اس میں دو بڑے بڑے ٹوکرے پڑے تھے۔ اس کو گرم کمرے میں جو بالکل تنور بنا ہوا تھا، چھے بجے تک وقت گزارنا تھا۔

ہر سال گرمیوں کے موسم میں جب آموں کے یہ ٹوکرے آتے، اسے ایک دن آگ کے بستر پر گزارنا پڑتا تھا مگر وہ اس تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا تھا۔ قریباً پانچ گھنٹے تک چھوٹا سا پنکھا بار بار پانی میں تر کر کے جھلتا رہتا۔ انتہائی کوشش کرتا کہ نیند آ جائے مگر ایک پل کے لیے بھی اسے آرام نصیب نہ ہوتا۔ جون کی گرمی اور ضدی قسم کی مکھیاں کسے سونے دیتی ہیں۔

آموں کے ٹوکرے غسل خانے میں رکھوا کر جب وہ گرم کمرے میں لیٹا تو پنکھا جھلتے جھلتے ایک دم اس کا سر چکرایا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ پھر اسے ایسا محسوس ہوا کہ اس کا سانس اُکھڑ رہا ہے اور وہ سارے کا سارا گہرائیوں میں اُتر رہا ہے۔ اس قسم کے دورے اسے کئی بار پڑ چکے تھے اس لیے کہ اس کا دل کمزور تھا مگر ایسا زبردست دورہ پہلے کبھی نہیں پڑا تھا۔ سانس لینے میں اس کو بڑی دِقت محسوس ہونے لگی۔ گھبرا کر اس نے آواز دے کر اپنی بیوی کو بلایا۔ آواز سن کر اس کی بیوی اور لڑکی دونوں دوڑی اندر آئیں۔ دونوں جانتی تھیں کہ اسے اس قسم کے دورے کیوں پڑتے ہیں۔ فوراً ہی اس کی بیٹی نے عبداللہ نیچہ بند کے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا کہ ڈاکٹر کو بلا لائے تاکہ وہ طاقت کی سوئی لگا دے لیکن چند منٹوں ہی میں منشی کریم بخش کی حالت بہت زیادہ بگڑ گئی۔ اس کا دل بیٹھنے لگا۔ بے قراری اس قدر بڑھ گئی کہ وہ چارپائی پر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ اس کی بیوی اور بیٹی نے یہ دیکھ کر شور برپا کر دیا جس کے باعث آس پاس کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔

بہت کوشش کی گئی کہ اس کی حالت ٹھیک ہو جائے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ڈاکٹر بلانے کے لیے تین چار آدمی دوڑائے گئے تھے لیکن اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی واپس آئے منشی کریم بخش زندگی کی آخری سانسیں لینے لگا۔ بڑی مشکل سے کروٹ بدل کر اس نے عبداللہ نیچہ بند کو جو اس کے پاس ہی بیٹھا تھا، اپنی طرف متوجّہ کیا اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا، "تم سب لوگ باہر چلے جاؤ۔ میں اپنی بیوی سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

سب لوگ باہر چلے گئے۔ اس کی بیوی اور لڑکی دونوں اندر داخل ہوئیں۔ رو رو کر ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ منشی کریم بخش نے اشارے سے اپنی بیوی کو پاس بلایا اور کہا، ”دونوں ٹوکرے آج شام ہی ڈپٹی صاحب اور چھوٹے جج صاحب کی کوٹھی پر ضرور پہنچ جانے چاہئیں۔ پڑے پڑے خراب ہو جائیں گے۔“

اِدھر اُدھر دیکھ کر پھر اس نے بڑے دھیمے لہجے میں کہا، ”دیکھو، تمھیں میری قسم ہے۔ میری موت کے بعد بھی کسی کو آموں کا راز معلوم نہ ہو۔ کسی سے نہ کہنا کہ یہ آم ہم بازار سے خرید کر لوگوں کو بھیجتے تھے۔ کوئی پوچھے تو یہی کہنا کہ دینا نگر میں ہمارے باغ ہیں... بس... اور دیکھو... جب میں مر جاؤں تو چھوٹے جج صاحب کو ضرور اطلاع دینا۔“

چند لمحات کے بعد منشی کریم بخش مر گیا۔ اس کی موت سے چھوٹے جج صاحب کو لوگوں نے مطلّع کر دیا مگر وہ چند ناگزیر مجبوریوں کے باعث جنازے میں شامل نہ ہو سکے۔

معانی و اشارات

خزانہ	–	وہ سرکاری دفتر جہاں حکومت کا روپیا پیسا رکھا جاتا ہے۔	چِق	–	بانس کی تیلیوں کا پردہ
محافظ دفتر	–	دفتر کا نگراں	فدویانہ	–	انکسار کرنے والوں کی طرح
وضع دار	–	اپنے طور طریقوں پر قائم رہنے والا، پابندِ وضع، اچھی وضع کا	تحفہ	–	مراد بہترین
			باعث	–	وجہ
			کفایت شعار	–	بچت کرنے والا، کم خرچ کرنے والا
شریف الطبع	–	شریف طبیعت والا	مسرؤر	–	خوش
حلیم	–	بردبار، نرم دل	نیچہ بند	–	حقہ بنانے یا تیار کرنے والا
افسرانِ بالا	–	اعلیٰ افسر	ناگزیر	–	بے حد ضروری
مربی	–	پرورش/ تربیت کرنے والا، سرپرست	خندہ پیشانی سے	–	خوشی سے
تسکین	–	سکون، اطمینان			

مشقی سرگرمیاں

سبق کے حوالے سے ذیل کی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

➤ 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کے شبکی خاکے مکمل کیجیے۔

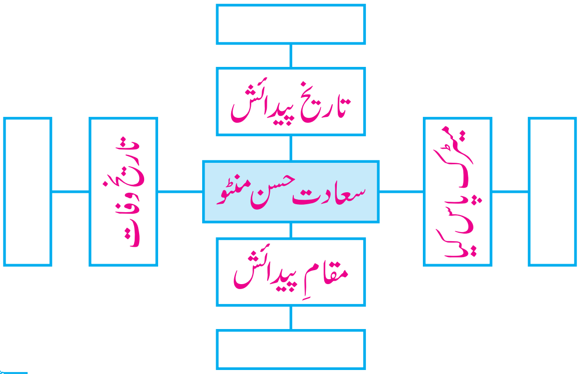

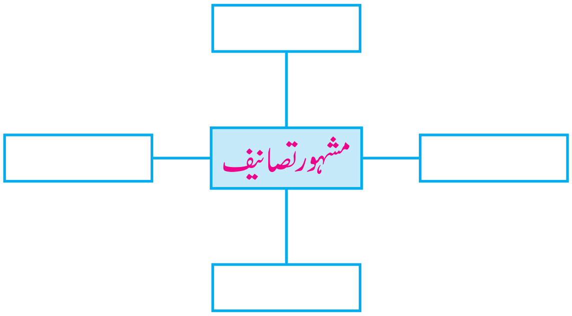

سبق کا مطالعہ کرکے منشی کریم بخش سے متعلق شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

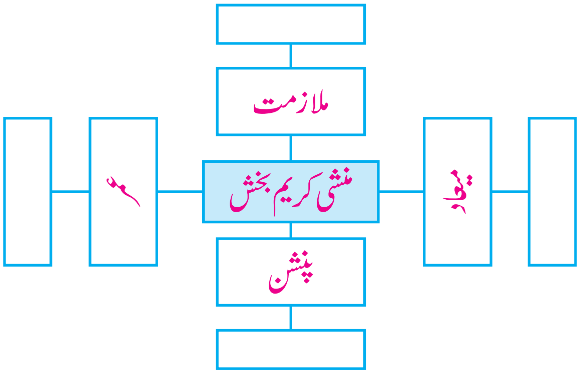

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ منشی کریم بخش کو ماہانہ کتنی پنشن ملتی تھی؟
۲۔ خزانے کے تمام کلرک منشی کریم بخش کی عزت کیوں کرتے تھے؟
۳۔ منشی کریم بخش جج صاحب کی مہربانیوں کا تذکرہ کس طرح کرتا تھا؟
۴۔ خزانے کا بڑا افسر منشی کریم بخش کو کس طرح خوش کرتا تھا؟
۵۔ منشی کریم بخش کے خاندان کی گزر بسر مشکل سے کیوں ہوتی تھی؟
۶۔ منشی کریم بخش کو کن دو لوگوں سے دلی عقیدت تھی؟

مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ منشی کریم بخش چھوٹے جج صاحب سے آموں کی تعریف کن لفظوں میں کرتا تھا؟
۲۔ منشی کریم بخش کی بیوی کے زیورات کیوں بک گئے؟
۳۔ منشی کریم بخش کی تنخواہ سے پیسا کیوں نہیں بچتا تھا؟
۴۔ منشی کریم بخش آم کا ٹوکرا بھجواتے وقت کیا خاص اہتمام کرتا تھا؟
۵۔ گھر پر آم کے ٹوکرے آنے پر منشی کریم بخش کو کون سی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی تھیں؟
۶۔ چھوٹے جج صاحب منشی کریم بخش سے عزّت و احترام کے ساتھ کیوں پیش آتے تھے؟

انتقال سے پہلے منشی کریم بخش نے بیوی سے جو نصیحت کی تھی اسے اپنے لفظوں میں لکھیے۔

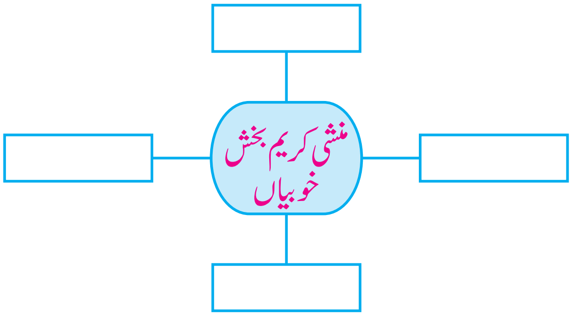

درج ذیل محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ دوڑ دھوپ کرنا ۲۔ منہ میں پانی آنا
۳۔ سانس اُکھڑنا

منشی کریم بخش کے گھریلو حالات لکھیے۔

زورِ قلم

درج ذیل کرداروں پر روشنی ڈالیے۔

۱۔ منشی کریم بخش ۲۔ چھوٹے جج صاحب

سبق سے ملنے والے پیغام کو بیان کیجیے۔

تلاش و جستجو

اسکول کی لائبریری سے قاضی عبدالستار کا افسانہ ’پیتل کا گھنٹا‘ حاصل کرکے پڑھیے۔

لفظوں کا کھیل

ذیل میں دیے ہوئے الفاظ کے معنی والا دو حرفی لفظ ’خرگوش‘ میں تلاش کیجیے۔

۱۔ گدھا
۲۔ طرف
۳۔ شرارت
۴۔ چہرہ
۵۔ اگر کا مخفف

NMPFYP